سورۃ الفرقان کی روشنی میں دعوت کے حکیمانہ اُسلوب: تفہیم القرآن کا خصوصی مطالعہ

Da'wah Insights from Surah Al .Furqan: With a Special Reference to Tafhim ul Quran

♦مفتی عبدالوحید
♦ڈاکٹر محمد کاشف شیخ

Abstract

Surah Al-Furqan is one of the noble surahs of the Holy Qur'an in which, not only the significance of the Qur'an is highlighted but conjointly, the greatness of the Holy Prophet (PBUH) is also mentioned.

In this Surah, taking the Messenger's life (PBUH) as an embodiment, the correct way of propagation of Islam has been presented for the preachers of the religion.Furthermore, the complaints of the disbelievers of Makkah have been mentioned along with relevant answers following the doubts and questions.Another reason for this surah's importance is that to purify the Muslims and turn them into pious beings, 8 pages contain instructions solely in this regard.

It is not but the truth that a thorough research of the Holy Qur'an plays a big role in the grooming of a Muslim's soul and personality. The biggest specialty of this noble book is that in it can be found guidance for all aspects of life.Due to the above stated reasons, Surah Al-Furqan has been chosen

♦۔ پی ایچ ڈی سکالر، اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
♦۔ اسسٹنٹ پروفیسر، انٹرنیشنل رفاہ یونیورسٹی اسلام آباد

so that its charming lessons and instructions for the purpose of propagation of Islam and its teachings and education of the soul, can be acted upon.

Keywords: Dawat w Tarbyat, Dawti & Training Instructions for Dai.illallah

اللہ رب العزت کا پوری انسانیت پر یہ احسان ہے کہ اس نے بشر کی تمام ضرورتوں کو احسن انداز میں انتظام یا ہوا ہے۔ یہ پوری کائنات اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کی ہر شئی انسان کی خدمت کے لیے مسخر کر دی گئی ہیں۔ انسان کے دل و دماغ کی اصلاح کے لے مالک کائنات نے انبیاءِ کرام کی بعثت کے ساتھ ساتھ آسمانی کتب کے نزول کا اہتمام کیا تاکہ انسان اپنے کیے ہوئے عہد کو یاد رکھے۔ قرآن حکیم بھی پوری انسانیت کے لیے آخری آسمانی کتاب ہے جس میں ہر طبقے کے فرد کے لیے ہدایت کا سامان موجود ہے ،اور اس کتاب کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں انسانی فطرت(Nature) کے موافق تعلیمات کا اہتمام کیا گیا ہے جس کو اپنا کر ہر شخص کامیابی کی راستہ اپنا سکتا ہے۔

اس کتاب کا اعجاز یہ ہے کہ جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے یہ آیات ابھی نازل کی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ قاری اگر کتاب اللہ کو سوچ سمجھ کر مطالعہ کرے تو اسے ہر دفعہ نئے گوہر دستیاب ہوتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ آیت پہلی مرتبہ نظروں کے سامنے آئی ہے۔ قرآن حکیم کی سورتوں میں سے سورۃ الفرقان بھی انہی خصوصیات کی حامل ہے جس میں بالخصوص ایک داعی دین کے لیے دعوت و تربیت کا اسلوب، داعی کن صفات کا حامل ہو، اسی طرح اس سورۃ میں اہل ایمان کی ان صفات کا ذکر ہے جن کو اپنا کر اہل ایمان کی شخصیت ممتاز نظر آتی ہے۔ موجودہ دور میں مختلف تحریکات، اور ہر شعبہ میں ایسے افراد موجود ہیں جو دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، ان کے لیے بالخصوص اس سورۃ میں اپنے کام کو مزید بہتر بنانے کے حوالے سے رہنمائی موجود ہے۔ اس تحریر میں اس سورۃ سے دعوتی و تربیتی اسلوب کرتے ہوئے دور حاضر میں اردو زبان میں لکھی گئی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی دعوتی و تربیتی تفسیرِ قرآن ''تفہیم القرآن'' کا خصوصی بھی مطالعہ کیا گیا ہے۔

سورۃ الفرقان کی وجہِ تسمیہ

الفرقان مکی سورۃ ہے اور اس سورۃ کا نام پہلی ہی آیت ''تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ'' سے ماخوذ ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ قرآن حکیم میں تمام سورتوں کے نام توقیفی (من جانب اللہ) ہیں جس کی واضح دلیل ابن عباسؓ کا اثر[1] ہے، فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: سورۃ الانفال مثانی میں (جس سورت میں

[1]۔ لغت میں باقی چیز کو اثر کہا جاتا ہے، محدثین کی اصطلاح اثر حدیث کے مترادف ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کسی قول یا فعل کی نسبت صحابی یا تابعی کی طرف کی جائے۔

ایک سو سے کم آیتیں ہوں) سے ہے اور سورۃ البراءۃ میئتین (جس سورت میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں) میں درج کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایک زمانہ تک لمبی لمبی سورتیں نازل ہوتی رہیں، جب بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی چیز نازل ہوتی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے ان آیات کو فلاں فلاں نام کی سورتوں میں لکھ دو، اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے اس آیت کو فلاں نام کی سورت میں لکھ دو، اور سورۃ الانفال مدینہ کے اوائل میں نازل ہوئی تھی، اور سورۃ البراءۃ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی ہے، اور التوبہ کا قصہ الانفال کے قصہ کے مشابہ تھا، پس میں نے گمان کیا کہ سورۃ البراءۃ الانفال کا جز ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وصال فرما گئے اور انہوں نے ہم سے یہ نہیں بیان فرمایا کہ سورۃ التوبہ سورۃ الانفال کا جز ہے، پس اس وجہ سے میں نے ان دونوں سورتوں کو ملا کر رکھا، اور میں نے ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور میں نے اس سورت کو السبع الطوال میں درج کر دیا"[2]۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کی سورتوں کے نام بھی من جانب اللہ ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ سورتوں کے ناموں سے یہ نتیجہ اخذ نہ کیا جائے کہ نام الگ ہے اور اس میں جو آیات ہیں ان کی نام سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام سورتوں کے نام محض علامت کے طور پر وضع کیے گئے ہیں، تفہیم القرآن میں سورۃ البقرۃ کے آغاز ہی میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ: اس سورۃ کا نام "بقرۃ" اس لیے ہے کہ اس میں ایک جگہ گائے کا ذکر آیا ہے۔ قرآن کی ہر سورۃ میں اس قدر وسیع مضامین بیان ہوئے ہیں کہ ان کے لیے مضمون کے لحاظ سے جامع عنوانات تجویز نہیں کیے جا سکتے۔ عربی زبان اگرچہ اپنی لغت کے اعتبار سے نہایت مالدار ہے، مگر بہر حال ہے تو انسانی زبان ہی۔ انسان جو زبانیں بھی بولتا ہے وہ اس قدر تنگ اور محدود ہیں کہ وہ ایسے الفاظ یا فقرے فراہم نہیں کر سکتیں جو ان وسیع مضامین کے لیے جامع عنوان بن سکتے ہوں۔ اس لیے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ تعالی کی رہنمائی سے قرآن کی بیشتر سورتوں کے لیے عنوانات کے بجائے نام تجویز فرمائے جو محض علامت کا کام دیتے ہیں۔ اس سورۃ کو بقرہ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں گائے کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے وہ سورۃ جس میں گائے کا ذکر آیا ہے[3]

---

[2]۔ ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، دارالغرب الاسلامی-بیروت، ۱۹۹۸، حدیث نمبر ۳۰۸۶

[3]۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن۔ اسلامک پبلی کیشنز (لاہور)، مارچ ۲۰۱۲ء، ج ا/ص ۴۲

سورۃ الفرقان کا تعارف

اس سورۃ کے آغاز ہی سے اللہ نے اپنی قدرت وحاکمیت کو بیان کیا اور اس کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے ساتھ اپنے رسول(Massinger) کے مقام و مرتبہ کو بیان کیا۔ مزید یہ کہ کفار و مشرکین کہ جو شکوک و شبہات تھے ان کو کائنات میں موجود اشیاء کو شہود بنا کر رفع کیا، اور ان پر یہ واضح کیا کہ جن الزامات کی بوچھاڑ تم رسول پر کر رہے ہو اس سے قبل بھی سابقہ اقوام نے یہ رویہ اپنایا تھا تو تم نے ان کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اس لیے ناگزیر ہے کہ تم میرے رسول کے پیغام کو تسلیم کر لو بصورت دیگر دنیا و آخرت میں رسوائی کا سامنا ہوگا۔ اسی طرح کفار کے سامنے آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی جماعت کی تصویر پیش کی گئی جس میں ان کا اپنے رب سے تعلق، خوفِ آخرت، مالی معالات میں ان کا رویہ، عامۃ الناس کے ساتھ ان کی خیر خواہی، اپنے اہل خانہ کے ساتھ ان کے فکری رشتے کو پیش کیا گیا ہے کہ دیکھو! عباد الرحمٰن تو ان ان صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ ایمان کو بھی اس امر پر آمادہ کیا گیا کہ تمہیں بھی انھی صفات کا حامل ہونا چاہیے۔ آخر میں اللہ رب العالمین نے یہ بات واضح کر دی تمہارے اعمال سے اللہ مُستغنی ہے اسے تمہارے راہ راست پر آنے سے یا اس کو ترک کرنے سے اس کی ذات پر ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا، یہ انسان کی اپنی ضرورت ہے کہ اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی استوار کرے، یا اپنے آپ کو خسارے میں ڈالنے کے لیے غیر اللہ کا راستہ اختیار کرے اس کا نقصان انسان خود ہی برداشت کرے گا۔

سورۃ الفرقان کے مقاصد

قرآن حکیم مکمل بامقصد کتاب ہے جو انسانی زندگی کو کارآمد بناتی ہے۔ مفسرین نے تمام سورتوں کی طرح سورۃ الفرقان کے بھی اہداف و مقاصد بیان کیے ہیں تاکہ قاری قرآن کے سامنے وہ مقاصد سامنے رہیں اور وہ ان کو سمجھتے ہوئے اپنے معمولات زندگی کو درست کر سکے۔ مقاصد سورۃ الفرقان کے حوالے سے مفسرین کے اقوال ذیل میں تحریر کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ امام قرطبیؒ تحریر کرتے ہیں:

"وَمَقْصُودُ هَذِه السُّورَة ذِكْرُ مَوْضِعِ عِظَمِ الْقُرْآن، وَذِكْرُ مَطَاعِنِ الْكُفَّار فِي النبوة والرد على مقالاتهم، فَمِنْ جُمْلَتِهَا قَوْلُهُم: إنَّ الْقُرْآنَ افْتَرَاه مُحَمَّدٌ، وإنه لَيس من عند الله".[۴] "اس سورت کا مقصد یہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کی عظمت کا ذکر کیا جائے، کفار مکہ کے اعتراضات کا ذکر اور ان کا جواب دیا جائے، ان کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ: قرآن محمد ﷺ کی من گھڑت کتاب ہے اور وہ اللہ کی کتاب نہیں ہے"۔

---

[۴] قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لأحكام القرآن، دار الكتب المصرية(القاهرة)، ۱۹۶۴ء، ج۱۳/ص۱

۲۔امام رازیؒ اس سورۃ کے مقاصد کے حوالے سے اپنی تفسیر میں وضاحت کرتے ہیں:

"اعْلَم أَنَّ اللَّه سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى تَكَلَّم في هَذه السُّورَة في التَّوْحيد وَالنُّبُوَّة وَأَحْوَال الْقيَامَة، ثُمَّ خَتَمَهَا بذِكْر صفَات الْعبَاد الْمُخْلصين الْمُوقنين"[5] "جان لو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سورۃ میں توحید، نبوت اور قیامت کے احوال کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس کا اختتام مخلصین بندوں کی صفات پر کیا ہے"۔

صاحبِ تفہیم القرآن کا تعارف

تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیرِ قرآن ہے ، صاحب تفسیر ۳رجب ۱۳۲۱ھ بمطابق ۵ ستمبر ۱۹۰۳ء بروز جمعۃ المبارک ساڑھے گیارہ بجے دن اورنگ آباد۔ حیدر آباد دکن (موجودہ مہاراشٹر، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ کم عمری ہی میں اپنے والد سید احمد حسن کے ساتھ مسجد جانا شروع کیا اور علماء کی محفلوں میں شریک ہونا شروع کر دیا، صرف ونحو، عربی، فارسی، فقہ، حدیث اور اُردو کی ابتدائی تعلیم والد محترم سے ہی حاصل کی۔ مولانا کی زندگی میں مختلف اتار چڑھاؤ آتے رہے، والد کے انتقال کے بعد معاش کا کوئی معقول ذریعہ نہ تھا اس لیے صحافت کی طرف رخ کیا جس کے توسط سے عامۃ الناس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاش کا بندوبست بھی ہو گیا۔ چنانچہ ایک صحافی کی حیثیت سے انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور پھر متعدد اخبارات میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا جن میں اخبار "مدینہ" بجنور (یوپی) "تاج" جبل پور اور جمعیت علماء ہند کا روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی خصوصی طور پر شامل ہیں۔ ایک بار مولانا محمد علی جوہر نے بھی سید مودودی کو اپنے اخبار "ہمدرد" میں کام کرنے کی دعوت دی تھی مگر "الجمعیۃ" والوں سے آپ کے پرانے تعلقات تھے، اس لیے آپ مولانا محمد علی جوہر کی پیش کش کو قبول نہ کر سکے۔

۱۹۲۵ء میں جمعیت علماء ہند نے کانگریس کے ساتھ اشتراک کا فیصلہ کیا تو سید ابوالاعلی مودودیؒ نے "الجمعیۃ" کی ادارت چھوڑ دی اور اس سے الگ ہو گئے۔ اس کے بعد ترجمان القرآن کے نام سے ماہنامہ رسالہ کا آغاز کیا جس کے ذریعے سے امت مسلمہ کے اہل حل وعقد کو ان کی حقیقی ذمہ داری سے آگاہ کیا گیا۔ اس رسالے میں "ایک صالح جماعت" کے عنوان سے ایک مضمون بھی شایع کیا جس کے ذریعے عامۃ الناس کو دعوت دی گئی ایک ایسی اسلامی تحریک کا قیام عمل میں لانا ضروری ہے جس کے نتیجے میں ہم اجتماعی طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس کی اشاعت کے بعد ایک خاص تعداد اس تحریک کے قیام کے لیے آمادہ ہوئی اور یکم شعبان ۱۳۶۰ھ (۲۵ اگست

۵۔ رازی، محمد بن عمر، مفاتيح الغيب، دار إحياء التراث العربي(بيروت)، ۱۴۲۰، ج۲۴، ص۴۲۸

۶۔ روداد جماعت اسلامی، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ج۱، ص ۱۳

۱۹۴۱ء) کو جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی[6]۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے قلم کے توسط سے معاشرے کے فکر کی اصلاح کا کام کیا، یہی وجہ ہے کہ ان کے لٹریچر کے طفیل ایک بڑی تعداد میں لوگ اسلام کی حقانیت سے آگاہ ہوئے اور ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ ان کی تصنیفات میں سے الجہاد فی الاسلام، تنقیحات، سنت کی آئینی حیثیت، تعلیمات، تفہیمات، تفہیم القرآن، دینیات، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات، پردہ، دینیات کو بہت شہرت حاصل ہوئی جن کا دیگر زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی پوری زندگی علوم اسلامیہ کی ترویج میں بسر کرتے ہوئے ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو عالمِ جاودانی کو سدھار گئے۔

تفسیر تفہیم القرآن

تفہیم القرآن سید ابوالاعلی مودودی کی تفسیر قرآن ہے جو دورِ حاضر میں اردو زبان کی عظیم تفسیر ہے جو تیس سال کے عرصے میں تحریر کی گئی۔ اس کی تین خاصیتیں ہیں جس کی بنا یہ تفسیر دوسری تفاسیر سے ممتاز نظر آتی ہے۔

۱۔ سب سے اہم خاصیت یہ ہے کہ اس میں دعوتی پہلو غالب نظر آتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ صاحبِ تفسیر نے اپنے تمام لٹریچر میں اسلامی تعلیمات کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اس پر مطّلع ہو کر اسلام کی حقانیت سے آگاہ ہو سکے اور اُن میں اسلامی تعلیمات کو اپنانے کا داعیہ پیدا ہو سکے۔ صاحبِ تفسیر نے تفہیم القرآن میں اپنا مخاطب معاشرے کے اَوسط درجے کے تعلیم یافتہ طبقے کو قرار دیا ہے، جو عربی علوم سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے اور نہ ان میں اتنی استعداد ہوتی ہے کہ وہ عربی سمجھ کر قرآنی تعلیمات سے آگاہ ہو سکیں۔ صاحبِ تفسیر اپنی تفسیر کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جو مقصد میں نے اس کام میں اپنے سامنے رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا بالکل صاف صاف سمجھتا چلا جائے اور اس سے وہی اثر قبول کرے جو قرآن اس پر ڈالنا چاہتا ہے۔ نیز دوران مطالعہ میں جہاں جہاں اسے الجھنیں پیش آسکتی ہوں وہ صاف کر دی جائیں اور جہاں کچھ سوالات اس کے ذہن میں پیدا ہوں ان کا جواب اسے بروقت مل جائے۔ یہ میری کوشش ہے"۔[7]

۲۔ اس تفسیر میں اُن تمام شبہات کو رفع کیا گیا ہے جو مستشرقین کی جانب سے کیے گئے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی عالمگیر تعلیم کو دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تفسیر قرآن میں جن حضرات من گھڑت تفسیر کی ہے اور اسرائیلی روایات کا سہارا لیا ہے اس کی بھی تفصیل کے ساتھ نشاندہی کی گئی ہے۔

---

[7] ۔ مودودی،، تفہیم القرآن، ج ا، ص ۶

۳۔اس تفسیر سے معاشرے کا ہر فرد اردو زبان میں قرآن کے مدعا کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اس تفسیر کے مطالعہ کے بعد قرآن حکیم کی تعلیمات کو اپنے معمولات کا حصہ بنایا ہے اور اس کو غالب کرنے کی سعی میں اپنی زندگی بسر کرنا شروع کر دی ہے۔

سورۃالفرقان میں اُسلوب دعوت وتربیت

منکرین توحید ورسالت کے لیے اسلوب دعوت

دعوت الی اللہ کے میدان میں داعی الی اللہ کے لیے سب سے بڑا چیلنج(Challenge) یہ ہے کہ وہ کس اُسلوب کے ساتھ غیر مذاہب کے ماننے والوں کو دین

اسلام کی طرف دعوت دیں؟ کیونکہ مدِمقابل بھی اپنے مذہب کے حوالے سے مضبوط دلائل کے حامل ہیں۔اب داعی الی اللہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسے مقابل کے دلائل کا علم ہو،ان میں سے کون سے دلائل قابل جواب ہیں ؟کونسے لایعنی ہیں؟دین پر اعتراض کی صورت میں داعی کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟اگر اس کی ذات کو نشانہ بنایا جائے تو کیا کیفیت ہونی چاہیے؟اس حوالے سے اس سورۃ میں کفار مکہ کے ان اعتراضات نقل کو کیا گیا ہے جو انہوں نے داعی اعظم محمد ﷺ کی ذات پر کیے اور ان کی دعوت پر کیے۔اللہ نے ان کا کس انداز میں جواب دیا ہے؟ذیل میں ان کے اعتراضات اور جوابات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ا۔قرآن نبی ﷺ کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ"[۸]ترجمہ:"اور کافروں نے کہا یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے"۔

۲۔اگلوں کے افسانے لکھوا رکھے ہیں۔

"وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا"[۹]ترجمہ:"اور یہ بھی کہا کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھا رکھے ہیں بس وہی صبح وشام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں"۔

۳۔رسول تو بازاروں چلتا پھرتا ہے،کھاتا پیتا بھی ہے۔

---

[۸]۔ سورۃ الفرقان:۲۵:۴

[۹]۔ سورۃالفرقان:۲۵:۵

"وَقَالُوا مَال هَذَا الرَّسُول يَأْكُلَ الطَّعَام وَيَمْشي في الْأَسْوَاق لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْه ملَكٌ فيَكُونَ معه نَذيراً"[10] ترجمہ: "اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے؟ کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا، کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا بن جاتا"۔

۴۔رسول ہوتا تو کسی خزانے کا مالک ہوتا۔

"أَوْ يُلْقَى إِلَيْه كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ منْهَا وَقَالَ الظَّالمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجلًا مسحورا"[11] "یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا اور ان ظالموں نے کہا کہ تم ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے"۔

۵۔ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟

"وَقَالَ الَّذين لَا يَرْجُونَ لقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائكَةُ أَوْ نَرَى رَبنا"[12] "ور جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے ان لوگوں نے اپنے آپ کو ہی بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے"۔

۶۔قرآن ایک ہی جملہ میں کیوں نہیں نازل کیا گیا؟

"قَالَ الَّذين كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْه الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحدَةً"[13] "اور کافروں نے کہا اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا اسی طرح ہم نے (تھوڑا تھوڑا) کر کے اتارا تاکہ اس سے ہم آپ کا دل قوی رکھیں، ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے"۔

---

[10] ۔ سورۃ الفرقان: ۲۵:۷

[11] ۔ سورۃ الفرقان: ۲۵:۸

[12] ۔ سورۃ الفرقان: ۲۵:۲۱

[13] ۔ سورۃ الفرقان ۲۵:۳۲

قرآن حکیم کے جواب کا منہج

پہلا اُسلوب: اعتراض کی نوعیت سے جواب دینا

قرآن حکیم کے کمالات میں ایک یہ بھی ہے کہ اس میں معترضین کے اعتراضات کو چند الفاظ میں رفع کر دیا گیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض کی نوعیت جس طرح ہو اسی طرح اسکا جواب دیا جائے۔اس کی واضح مثال مشرکین مکہ کے چھ اعتراضات میں پہلے دو اعتراضات کا جواب ہے کہ اللہ نے صرف دو الفاظ میں ان کو رفع کر دیا وہ یہ کہ یہ تو بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ اُتر آئے ہیں-ارشاد باری تعالیٰ ہے: "انْظُرْ كَيفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا -تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلْ لَكَ قُصُورًا"[۱۴] "دیکھو، کیسی کیسی عجیب حجتیں یہ لوگ تمہارے آگے پیش کر رہے ہیں، ایسے بہکے ہیں کہ کوئی ٹھکانے کی بات ان کو نہیں سوجھتی۔ بڑا بابرکت ہے وہ جو اگر چاہے تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر تم کو دے سکتا ہے، (ایک نہیں) بہت سے باغ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں، اور بڑے بڑے محل"

اللہ نے اعتراض تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ سے صرف یہ فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حوالے سے عجیب حجتیں پیش کرتے ہیں اور ان غیر معقول حجتوں کو آڑ بنا کر ایمان لانے سے گریز کر رہے ہیں۔قرآن حکیم نے اس امر کو واضح کر دیا کہ جن چیزوں کا یہ مطالبہ کر رہے ہیں ان کو پیش کرنا اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے ہے لیکن یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ سید ابوالاعلی مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "ان کے اعتراض کی وجہ یہ نہیں کہ ان کو قرآن کے جعلی ہونے پر شبہ ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آخرت کے منکر ہیں جس کی بناء پر یہ حق اور باطل کے معاملے میں غیر سنجیدہ ہیں اور غور و فکر، تحقیق و جستجو سے عاری ہیں ،اور تمہاری دعوت کو رد کرنے کے لیے غیر معقول حجتیں پیش کرتے ہیں۔وہ دنیا میں انسان کے ساتھ ظاہری صورت کو دیکھتے ہیں کہ اس کا تعلق کسی بھی عقیدہ سے ہو اگر وہ بدکار ہو تو مزے کر رہا ہے اور دوسرا سزا پا رہا ہے ۔ایک نیکوکار مصیبت جھیل رہا ہے تو دوسرا معزز و محترم بنا ہوا ہے۔ للذا دنیوی نتائج کے اعتبار سے کسی مخصوص اخلاقی رویے کے متعلق بھی منکرین آخرت اس بات پر مطمئن نہیں ہو سکتے کہ وہ خیر ہے یا شر ہے۔اس صورت حال میں جب کوئی شخص ان کو ایک عقیدے اور ایک اخلاقی ضابطے کی طرف دعوت دیتا ہے تو خواہ وہ کیسے ہی

---

۱۴ - سورۃ لفرقان۲۵:۹۔۱۰

سنجیدہ اور معقول دلائل کے ساتھ اپنی دعوت پیش کرے، ایک منکر آخرت کبھی سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور نہیں کرے گا بلکہ طفلانہ اعتراضات کر کے اسے ٹال دے گا"۔[15]

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جو شخص ہٹ دھرمی پر اتر آئے اس کے سامنے ہر قسم کے دلائل پیش کر دو لیکن وہ اپنے عقیدہ سے نہیں ہٹ سکتا۔ موجودہ دور میں مسلم معاشرے میں ایسے فتنوں نے جنم لیا ہے کہ جن کے پرچار کرنے والے مسلمان بھی ہیں۔علانیۃً وہ اسلام کی تعلیمات کا انکار نہیں کر سکتے لیکن اس کی تعلیمات کو مشکوک بنانے کے لیے مختلف عقلی دلائل پیش کر کے عامۃ الناس میں سے ان لوگوں کو ہدف بناتے ہیں جو جدید تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس دنیا میں وہ لوگ بھی بستے ہیں جو اسلام کو نہیں مانتے۔ان میں دعوت کے کام کے حوالے سے اصول یہ بتایا گیا کہ ان کے دلائل کو سنا جائے اور ان کا تجزیہ کیا جائے،اب جو شخص ہدایت کا طالب ہوگا وہ حقیقت (Realty) پالینے کے بعد باطل (Falsehood) کے راستے کو ترک کر دے گا،اور جو شخص ہٹ دھرمی کی بنیاد پر اعتراض پر اعتراض کرتا رہے تو اس پر صلاحتیں صرف نہ کی جائیں۔

دوسرا اُسلوب: جزاء وسزا کا تذکرہ

کفار مکہ کے دو اعتراضات کے بعد اللہ نے ان کو سمجھانے کی غرض سے جہنم کے عذاب کی تصویر کشی کی اور ان کو یہ احساس دلایا کہ تم نے اگر آخرت سے انکار کیا تو اس روز تمہارا یہ حال ہوگا، تم موت کی تمنا کرو گے تو تمہیں موت نہیں دی جائے گی تم اپنے کیے کا عذاب چکھو گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إذَا رَأَتْهُم مِنْ مَكَان بَعِيد سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ۔ وَإذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوا هُنَالِكَ ثُبُورا ۔ لَا تَدعُوا الْيَوم ثُبُوراً وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرا"[16] ترجمہ: "وہ جب دور سے ان کو دیکھے گی تو یہ اس کے غضب اور جوش کی آوازیں سن لیں گے۔اور جب یہ دست و پابستہ اس میں ایک تنگ جگہ ٹھونسے جائیں گے تو اپنی موت کو پکارنے لگیں گے۔اور جب یہ دست و پابستہ اس میں ایک تنگ جگہ ٹھونسے جائیں گے تو اپنی موت کو پکارنے لگیں گے"۔

اس کے متصل بعد جنت کی تصویر کشی کی گئی ہے جس میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے کفار کو اللہ نے مخاطب کیا کہ تم اپنی عقل سے کام لو کہ یہ آگ زیادہ بہتر ہے یا جنت جس میں یہ یہ مراعات انسانی نفس کو حاصل ہوں گی؟انسانی اگر معمولی سا غور و فکر کرے تو حیران رہ جاتا ہے کہ اللہ صرف انسان کی کامیابی کے لیے کس انداز میں سمجھا رہے ہیں لیکن انسان ہے کہ اس کی عقل میں بات نہیں آتی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قل أذلك خير أم جنة

۱۵۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج۳، ص ۴۴۱۔۴۴۰

۱۶۔ سورۃ الفرقان: ۲۵: ۱۵۔۱۲

الخلد التي وعد المتقون كانت لهم جزاء ومصيراً لهم فيها ما يشاءون خالدين كان على ربك وعداً مسئولاً

لَهُمْ فيها مَا يَشَاءون خَالدين كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا"[17]: "ان سے پوچھو، یہ انجام اچھا ہے یا وہ ابدی جنت جس کا وعدہ خدا ترس پرَہیز گاروں سے کیا گیا ہے؟ جو ان کے عمل کی جزا اور ان کے سفر کی آخری منزل ہو گی، جس میں ان کی ہر خواہش پوری ہو گی، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، جس کا عطا کرنا تمہارے رب کے ذمے ایک واجب الادا وعدہ ہے"۔

اس آیت میں کتنے مشفقانہ انداز میں بشر کو سمجھایا جارہا ہے کہ جہنم کا راستہ بھی ہے اور ہیشگی کی جنت بھی جس میں یہ انسانی نفس اپنی تمنا کے مطابق ہر چیز موجود پاجائے گا، اور یہ خالق حقیقی کا وعدہ ہے اور اس وعدہ کو پورا کرنا تمہارے رب کی ذمہ داری ہے۔ اسی امر کی طرف سید ابوالاعلی مودودیؒ نے اشارہ کیا ہے: "یہاں ایک شخص یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ جنت کا یہ وعدہ اور دوزخ کا یہ ڈراوا کسی ایسے شخص پر کیا اثر انداز ہو سکتا ہے۔ جو قیامت اور حشر و نشر اور جنت و دوزخ کا پہلے ہی منکر ہو؟ اس لحاظ سے تو یہ بظاہر ایک بے محل کلام محسوس ہوتا ہے، لیکن تھوڑا سا غور کیا جائے تو بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اگر معاملہ یہ ہو کہ میں ایک بات منوانا چاہتا ہوں اور دوسرا انہیں ماننا چاہتا تو بحث و حجت کا انداز کچھ اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر میں اپنے مخاطب سے اس انداز میں گفتگو کر رہا ہوں کہ زیر بحث مسئلہ میری بات ماننے یا نہ ماننے کا نہیں بلکہ تمہارے اپنے مفاد کا ہے، تو مخاطب چاہے کیسا ہی ہٹ دھرم ہو، ایک دفعہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہاں کلام کا طرز یہی دوسرا ہے۔ اس صورت میں مخاطب کو خود اپنی بھلائی کے نقطہ نظر سے یہ سوچنا پڑتا ہے کہ دوسری زندگی کے ہونے کا چاہے ثبوت موجود نہ ہو، مگر بہر حال اس کے نہ ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے، اور امکان دونوں ہی کا ہے۔ اب اگر دوسری زندگی نہیں ہے، جیسا کہ ہم سمجھ رہے ہیں، تو ہمیں بھی مر کر مٹی ہو جانا ہے اور آخرت کے قائل کو بھی۔ اس صورت میں دونوں برابر رہیں گے۔ لیکن اگر کہیں بات وہی حق نکلی جو یہ شخص کہہ رہا ہے تو یقیناً پھر ہماری خیر نہیں ہے۔ اس طرح یہ طرز کلام مخاطب کی ہٹ دھرمی میں ایک شگاف ڈال دیتا ہے، اور شگاف میں مزید وسعت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب قیامت، حشر، حساب اور جنت و دوزخ کا ایسا تفصیلی نقشہ پیش کیا جانے لگتا ہے کہ جیسے کوئی وہاں کا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہا ہو"[18]

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی یہ نفسیات (Psychology) ہے کہ اگر اس کو زندگی کے تمام معمولات (Activates) میں یہ بتایا جائے کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو تم کو اتنا بدلہ دیا جائے گا، تو اس کو بعد میں ملنے والی

---

[17]۔ سورۃ الفرقان: ۲۵: ۱۳

[18]۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۴۴

جزا عمل پر آمادہ کر دیتی ہے۔اسی اُسلوب کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا جارہا ہے کہ دعوت دیتے وقت جنت کے انعامات کا تذکرہ کیا جائے اور اللہ کی عدم اطاعت کے نتیجے جہنم کی ہولناکیوں سے ڈرایا جائے۔

داعی الی اللہ کی متاع

بشارت قبل از انذار

اہلِ ایمان کی ذمہ داریوں میں ایک عظیم ذمہ داری (Responsibility) دعوت الی اللہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے پوری امت کو تعلیم دی کہ دعوت کا کام کس انداز میں کیا جائے ؟اسی مناسبت سے تعلیم دی جارہی ہے دعوت کے میدان میں داعی کا طریقہ کار (Method) یہ ہوگا۔

نفسِ انسانی کی فطرت میں ہے کہ کسی کام پر آمادہ کرنے کے لیے اسے سب پہلے اس چیز کی اہمیت (Importance)، فوائد و ثمرات سے آگاہ کیا جاتا ہے جسے سن کر انسانی طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔تمام ملٹی نیشنل کمپنیز اپنی چیز (Product) کو میڈیا کے توسط سے اس انداز میں معاشرے کی ذہن سازی کرتے ہیں کہ ہر شخص مارکیٹ میں جاکر اسی کمپنی کی (Product) تلاش کرتا ہے اور اسے استعمال کرتا ہے۔بنیادی طور پر کمپنیز (Companies) یہی طریقہ استعمال کرتی ہیں کہ اس چیز کے فوائد و ثمرات بتائے جاتے ہیں اور اس کے استعمال سے ان کی صحت پر کیا اثر (Effect) ہوگا۔اللہ رب العالمین تو انسان کا خالق حقیقی ہے اس سے بڑھ کر اس کی طبیعت سے کون واقف ہو سکتا ہے؟اللہ نے رسول ﷺ کی حیثیت بیان کی کہ ہم نے آپ کو مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا"**[19] "اے محمد ﷺ تم کو ہم نے بس ایک مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے"۔اس آیت میں بشارت کو انذار پر مقدم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے داعی کے لیے ناگزیر ہے کہ معاشرے کی فکر درست کرنے کے لیے ان اعمال کی اہمیت پیش کرے جن کی شریعت نے تعلیم دی ہے اور اس کے انسانی زندگی پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا تذکرہ کرے۔اس کے بعد اس کا تذکرہ کیا جائے کہ اس کے نہ ماننے والے کو یہ عذاب برداشت کرنا پڑے گا۔دعوت الی اللہ کے میدان میں کام کرنے والوں نے اس آیت سے "البشارة قبل النذارة" (ڈرانے سے قبل خوشخبری) دینا کا اصول مستنبط کیا ہے۔جمعہ امین عبدالعزیز اپنی کتاب "الدعوۃ قواعد واصول" میں اس قاعدہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: "داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مدعو (جس کو دعوت دی جارہی ہو) کی کیفیت سے واقف ہو، اور کسی کو بھی اعمال کی ترغیب دینے سے

---

[19]۔ سورۃ الفرقان: ۲۵: ۵۴

قبل اس پر عدم عمل پر عذاب الٰہی کا تذکرہ نہ کرے ،اس لیے کہ بعض لوگ اللہ کی اطاعت سے کوسوں دور رہنے کی وجہ سے شیطان کے قبضے میں ہوتے ہیں ،داعی کے اس منہج کی بناپر شیطان کی ساری محنت ضایع ہو جائے گی اور وہ اللہ کی اطاعت میں آجائے گا،جب وہ اللہ کی بارگاہ میں آجائے گا تو لامحدود نعمتوں سے ملذوذ ہو گا۔یہ لوگ اس امر کے ضرورت مند ہیں کہ ہم ان کے سامنے اللہ کے ابدی نعمتوں کا تذکرہ کریں"۔[20]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ داعی کے لیے ناگزیر ہے کہ کسی کو جب دعوت دے تو اسلامی تعلیمات کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ اس کو اپنانے کی صورت میں اس کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوں گے وہ بیان کرے ،اس کے بعد دوسرا امر حلہ آتا ہے کہ مدعو عدم عمل کی وجہ دنیا وآخرت میں کیا کیا سزائیں دی جائیں گیں اس کا تذکرہ کیا جائے۔

متاع تربیت وتزکیہ برائے اہل ایمان

اس سورۃ میں اہل ایمان کی چند صفات کا ذکر کیا گیاہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ کفار مکہ نے ستانا شروع کیا تو اللہ رب العالمین نے اس سورۃ میں رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کی صفات (Qualities) کا ذکر کیا اور کہا کہ رحمان کے بندے تو ان ان صفات کے حامل ہیں لیکن اس کے مقابل اہل مکہ کے اخلاق وکردار تو تمہارے سامنے ہیں۔اسی طرح قیامت تک آنے والے اہل ایمان کے لیے ان آیات میں نصیحت کا سامان موجود ہ کہ رحمان کا اقرار کرنے کے بعد بندہ ان ان صفات کا حامل ہونا چاہیے۔رحمان کے بندوں کی یہ صفات اہل ایمان کے لیے بہت بڑی نعمت ہیں اس لیے کہ ان آیات میں ایک آئینہ دکھایا گیا ہے کہ جو رحمان کی بندگی میں آجاتے ہیں ان کی شخصیت ان اوصاف سے مالا مال ہونی چاہیے ،بصورت دیگر ایمان کی حقیقی روح بندہ میں سرایت نہیں کرسکتی،ایسے شخص کو جو ایمان لانے کے بعد ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا حدیث نبوی ﷺ میں اسے مفلس قرار دیا گیاہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا": کیا تمہیں معلوم ہے مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے کہا: ہم تو مفلس اسے گردانتے ہیں جس کے پاس درہم اور زندگی بسر کرنے کے لیے کوئی متاع نہ ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا جس نے صلاۃ،صوم وزکاۃ کا بڑی پابندی سے اہتمام کیا ہو گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر الزام لگایا ہو گا،کسی کا خون بہایا ہو گا،کسی کو مارا ہو گا،پس اس کی نیکیاں لی جائیں گیں اور جس کے ساتھ ظلم کیا ہو گا اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیا

---

[20] - جمعہ امین عبد العزیز،الدعوۃ قواعد واصول،دار الدعوۃ،۱۹۹۹ء،ص ۲۱۴

جائے گا، اگر مظلوم کا حق ادا کرنے سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو مظلوم کی خطاؤں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے گا جس کے نتیجے میں آگ اس کا مقدر بن جائے گی"۔[21]

اسی مفلسی سے بچانے کے لیے اللہ نے قرآن حکیم میں اپنے بندوں کی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے تا کہ ہر دور میں اہل ایمان ان صفات سے اپنے آپ کو مزین کرنے کی سعی کریں۔ عبادالرحمٰن کی تشریح میں صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں: "یعنی جس رحمان کو سجدہ کرنے کے لیے تم سے کہا جا رہا ہے اور تم اس سے انحراف کر رہے ہو اس کے پیدائشی بندے تو سب ہی ہیں، مگر اس کے محبوب و پسندیدہ بندے وہ ہیں جو شعوری طور پر بندگی اختیار کر کے یہ اور یہ صفات اپنے اندر پیدا کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ سجدہ جس کی تمہیں دعوت دی جا رہی ہے اس کے نتائج یہ ہیں جو اس کی بندگی قبول کرنے والوں کی زندگی میں نظر آتے ہیں، اور اس سے انکار کے نتائج وہ ہیں جو تم لوگوں کی زندگی میں عیاں ہیں"[22]

وہ صفات یہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔" وعَبَادُ الرَّحْمنِ الَّذين يَمْشونَ عَلَى الْأَرضِ هَوناً وإذَا خَاطَبهم الْجَاهلُونَ قَالُوا سَلَاماً" -"رحمان کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر مصلحت کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں: تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے"

۲۔" والَّذين يبيتونَ لربِّهم سُجَّدًا وقياما"اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں

۳۔"الَّذين يقولُونَ ربَّنا اصرفْ عنَّا عذَاب جهنَّم إنَّ عذَابها كَانَ غرَاما إنَّها ساءتْ مستقراً ومقاما "[23]۔"اور جو یہ دعا کرتے ہیں جائے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ، کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ بیشک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔"

۴۔" والَّذين إذَا أَنفقوا لَم يسرفُوا ولَم يقترُوا وكَانَ بينَ ذلكَ قَواما" -"اور جو خرچ کرتے وقت بھی اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔"

۲۱۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، حدیث نمبر ۲۴۱۸

۲۲۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج۳/ص ۴۶۲۔۴۶۱

۲۴

۵-"وَالّذين لَا يَدْعونَ مع اللَّه إلهًا آخر وَلا يَقْتلُونَ النَّفْس الّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إلّا بالْحَقّ وَلَا يزنونَ ومن يفْعل ذلك يلْقَ أثاما "۔"اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں"۔

۶-"وَالّذين لَا يَشْهَدُونَ الزُّور وإذَا مرُّوا باللّغْو مرُّوا كرامًا"۔"اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں"

۷-"الّذين إذَا ذُكّروا بآيات ربّهم لَمْ يَخرُّوا عليْها صمًّا وعميانًا "۔"اور جب ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے"

۸-"وَالّذين يقُولُون ربّنا هب لَنا من أزْواجنا وذُرّيّاتنا قُرَّة أعيُن واجْعلْنا للْمتّقين إمامًا"[23]۔"اور یہ دعا کرتے ہیں کہ جائے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا"۔

ان آیات میں اللہ نے عبادالرحمٰن کی صفات کا تذکرہ کر کے اہل ایمان کو اس امر کی آمادہ کیا ہے کہ وہ ان صفات کو اپنی شخصیت کا حصہ بنائیں تاکہ اس کے نتیجے میں ان کی زندگی مثالی زندگی ہو اور دوسرے دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں۔

عدم عبادت رب پر سزا

قرآن حکیم میں اللہ نے پوری انسانیت کے لیے یہ بات بالکل واضح فرمادی ہے کہ اگر کوئی شخص دین اسلام کو اپناتا ہے تو اس کے اس عمل سے اس کی ذات ہی کو فائدہ ہوگا اللہ کو اس کے ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔اسی طرح اگر کوئی شخص انکار کرتا ہے تو اس کے انکار سے اللہ کی ذات میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اسی بات اس سورۃ کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قُلْ مَا يَعبَأُ بكُمْ ربّي لَوْلَا دُعَاؤُكُم فقدْ كذّبتم فسوف يَكُونُ لزامًا"[24]"اے محمد ﷺ لوگوں سے کہو: میرے رب کو تمہاری کیا حاجت پڑی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو۔اب کہ تم نے جھٹلادیا ہے، عنقریب وہ سزا پاؤ گے کہ جان چھڑانی محال ہو گی"۔

---

[23] ۔ سورۃالفرقان:۲۵:۶۱۔۷۵

[24] ۔ سورۃالفرقان۲۵:۷۷

تفہیم القرآن میں اس آیت کی ان الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے : "یعنی اگر تم اللہ سے دعا نہ مانگو، اور اس کی عبادت نہ کرو، اور اپنی حاجات کے لیے اس کو مدد کے لیے نہ پکارو، تو پھر تمہارا کوئی وزن بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ پرکاہ کے برابر بھی تمہاری پرواکرے۔ محض مخلوق ہونے کی حیثیت سے تم میں اور پتھروں میں کوئی فرق نہیں۔ تم سے اللہ کی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہے کہ تم بندگی نہ کروگے تو اس کا کوئی کام رکا رہ جائے گا۔ اس کی نگاہ التفات کو جو چیز تمہاری طرف مائل کرتی ہے وہ تمہارا اس کی طرف ہاتھ پھیلانا اور اس سے دعائیں مانگنا ہی ہے۔ یہ کام نہ کروگے تو کوڑے کرکٹ کی طرح پھینک دیے جاؤگے "[۲۵]

یہ بات حقیقت ہے کہ دنیا میں اگر کوئی شخص کسی بھی کام میں وقت، صلاحیت صرف کرتا ہے تو اس کا بدلہ اسی کو ملتا ہے۔ اگر وہی شخص اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور کوئی کام نہ کرے تو اس کا نقصان اس کی ذات کو ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی زندگی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے طریقے کے مطابق گزارتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کو حاصل ہوگا۔ اگر اس کے برعکس زندگی بسر کرے تو نقصان بھی خود برداشت کرے گا۔

خلاصۂ بحث

۱۔ سورۃ الفرقان میں دعوت و تربیت کے اسلوب سکھائے گئے ہیں جو ایک داعی اللہ کے لیے دعوت کے میدان میں ممد و معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

۲۔ الفرقان کی آیات میں کفار مکہ کے اعتراضات کے ذکر کے ساتھ جواب دے کر داعی الی اللہ کو اعتراض کے جواب کا اسلوب سکھایا گیا ہے۔

۳۔ داعی الی اللہ کے لیے اس سورۃ میں ہدایات کا دی گئیں ہیں۔

۴۔ عباد الرحمٰن کی ۸ صفات کا تذکرہ کرکے قیامت تک آنے والے اہل ایمان کو تعلیم دی گئی کہ ان صفات کو اپنانے کی سعی کی جائے۔

---

۲۵ ۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج۳/ص ۴۷۲